رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو قادیان دارالامان سے نکلتا ہے

انڈیا سے باہر پانچ روپے (روپیہ)

ایڈیٹر میر قاسم علی احمدی

جلد ۱۵ | قادیان مورخہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۰ء مطابق ۵ جمادی الثانی ۱۳۴۹ھ | نمبر ۲۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلسلہ کی خبریں

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز تمام خاندان رسالت وخلافت بخیریت ہیں ؛

(۲) ۲۶ اکتوبر کو سیرۃ النبی کا جلسہ دارالامان میں بڑی شان سے ہوا۔ جس کی مفصل روئداد اگلے صفحہ پر درج ہے ؛

(۳) ۲۰ اکتوبر کو جوائنریبل ملک فیروز خانصاحب نون وزیر تعلیم پنجاب قادیان ایک دن کے لئے تشریف لائے تھے۔ جس کی اطلاع گذشتہ پرچہ میں دیگئی۔ ملک صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ سے ملاقات کرکے تمام دفاتر سلسلہ اور تعلیم الاسلام ہائی سکول و جامعہ احمدیہ و مدرسہ احمدیہ و بورڈنگ ہائی سکول کو ملاحظہ فرمایا۔ صبح کا ناشتہ اور بعد دوپہر کا لنچ حضرت صاحب کے ساتھ قصر خلافت میں تناول فرمایا۔ اور ۴ بجے کے بعد امرتسر سواری موٹر پر واپس تشریف لیگئے

(۴) خاکسار ایڈیٹر فاروق بتقریب جلسہ سیرۃ النبی ۲۴ اکتوبر کو پشاور روانہ ہوا۔ اور میرے ساتھ برادرم مولوی محمد یار صاحب مولوی فاضل بھی ہیں۔ یہ پرچہ پشاور جانے کے ایک روز لیٹ نکلا۔ احباب معاف فرماویں ؛

(۵) فاروق کی اشاعت میں دی پی واپس کر بہت کمی ہوگئی ہے ؛

مسدس بے ثباتی دنیا

(۱) میرا باغِ سخن رشکِ پری ہو جائے جوبن میں
بہارِ بے خزاں ہو اے خدا یا میرے گلشن میں
نہ عادت بدزبانی کی رہے اس جا کی سوسن میں
عنادِل بے خطر یہاں پر رہیں اپنے نشیمن میں
نہ تابِ نکہتِ گل اس کی ہو عالی دماغوں کو
نہ ذرہ اس کا دیکھے سے ذرا سوجھے چراغوں کو

(۲) نہ ہونے پر بھی ہیں ایسے جواہر میرے دامن میں
نہ مخزن میں تھے قاروں کے کسی جا ہیں نہ معدن میں
الٰہی اتنی طاقت دے ہماری طبعِ پر فن میں
کہ ہوں ہم معرکہ آرا زمینِ شعر کے رن میں
صریرِ کلک کا نغمہ ہے اپنی رجز خوانی
کریں زیر و زبر مشکل جو پیش آئے بآسانی

(۳) گزیراں فکر ہو ہر سو کروں میں خامہ فرسائی
کہ منیائی و صحبائی کریں جس پر جبیں سائی
بنظرِ غور تو دیکھو اگر رکھتے ہو بینائی
نہیں ہے کچھ بھی یہ دنیا ہوئے ہو جسکے شیدائی

فنا کی جنس کا بازار ٹھنڈا کر دیا اُس نے
بجھایا کیسا کیسا حسن کا ہر ہر دیا اُس نے

(۴) کبھی جو شاہ ذیشاں تھے مٹے نام و نشاں انکے
بجائے سنگ مرمر کے ہیں مٹی کے مکاں انکے
مزاروں کا نہیں چلتا پتا اب ہیں کہاں ان کے
کسی بھی سلطنت کی ہاتھ میں اب ہے عناں انکے
جنوبی سے حکومت جن کی تا قطب شمالی تھی
پس از مردن کفن کو لاش انکی بھی سوالی تھی

(۵) وہ جن کے نظم کا فردِ بشر ہر گیت گاتا تھا
اور ان کے نام سے چرخِ کہن خود سہم جاتا تھا
مگر تھا پیستا دانتوں کو ہونٹوں کو چباتا تھا
مٹانے کے لئے ان کو بہت حیلے بناتا تھا
یہ ہے افسوس آخر اس کا پیکہ ہی رہا باقی
اسی کے حکم پر چلنے لگے نوری سے تا ناری

(۶) ہے ان کے نام سے اب ان کی گمنامی سوا باقی
بندھی تھی جو کبھی ان کی نہیں ہے وہ ہوا باقی
بس اک انکے زمانے کے ہیں یہ ارض و سما باقی
کہاں وہ جاہ و حشمت تھی مگر کچھ بھی رہا باقی
بقا ہے ہر خلائق ہی ہمیشہ یاد رکھ بندے

(۴) احباب خریداری بڑھا کر ثواب حاصل کریں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اظہارِ شان میں مہتمم یا الشان جلوس و جلسہ

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ کی مبارک تحریک پر ۲۶ر اکتوبر کو دیگر مقامات کی طرح قادیان میں بھی ۲۶ر اکتوبر کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت شان کے اظہار میں وسیع پیمانہ پر لوکل انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے انتظام کیا گیا۔ جلسہ گاہ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے وسیع میدان میں بنایا گیا۔ اور جو ممکن آرائش و زیبائش ہو سکتی تھی کی گئی۔

جلوس جلسہ کی کارروائی شروع ہونے سے پہلے صبح ۸ بجے ہائی سکول کے میدان سے ایک جلوس مرتب ہوا۔ جس میں بائیس کے قریب پارٹیاں تھیں۔ یہ جلوس بورڈنگ ہوس کی سڑک ریتی چھلہ۔ بڑے بازار۔ سابق یکہ خانہ۔ گلی کمہاراں۔ احمدیہ بازار۔ الحکم سٹریٹ پرائمری مدرسہ۔ دارالفضل کی بڑی سڑک سے ہوتا ہوا جلسہ گاہ میں دس بجے بخیر و خوبی واپس پہنچا۔

اجلاس اوّل پہلا اجلاس زیر صدارت حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ منعقد ہوا۔ بعد تلاوت قرآن کریم اور نظم کے جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ اس اجلاس میں سب سے پہلی تقریر پنڈت گوپی ناتھ صاحب گرداور قانونگو نے کی جو بے حد پسند کی گئی۔ ازاں بعد ہائی سکول مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ کے طلباء نے آنحضرت صلعم کی پاکیزہ سیرت کے مختلف پہلوؤں پر پانچ تقریریں کیں۔ جو ان کی دینی واقفیت کا عمدہ نمونہ تھیں۔ اس کے بعد صاحب صدر کی اختتامی تقریر اور دعا کے بعد اجلاس اوّل کی کارروائی ۱۲ بجے دوپہر ختم ہوئی۔

اجلاس دوم دوسرا اجلاس زیر صدارت جناب چوہدری فتح محمد صاحب ناظر اعلیٰ ۲ بجے بعد نماز ظہر شروع ہوا۔ اس دلچسپ اور جدّت آفرین اجلاس میں بعد تلاوت قرآن کریم و نظم۔ آنحضرت صلعم کی پاکیزہ سیرت پر مختلف اصحاب نے مختلف زبانوں میں پانچ پانچ منٹ تقریریں کیں۔ جو جلسہ کی کارروائی کو دلچسپ سے دلچسپ تر بنانے کا موجب ہوئیں۔ جن زبانوں میں تقریریں ہوئیں ان کے نام یہ ہیں۔ عربی (۱)۔ فارسی (۲)۔ اردو (۳)۔ پشتو (۴)۔ سندھی (۵)۔ گجراتی (۶)۔ بلوچی (۷)۔ کشمیری (۸)۔ کنڑی (۹)۔ تلنگی (۱۰)۔ جانگلی (۱۱)۔ پنجابی (۱۲)۔ انگریزی (۱۳)۔ ڈچ (۱۴)۔ ملایا (۱۵)۔ فرانسیسی (۱۶)۔ کریول (ماریشس کی زبان) (۱۷)۔ سہیلی (افریقی) (۱۸)۔ بنگالی (۱۹)۔ سیلونی (۲۰)۔ آخر میں صاحب صدر نے مختصر سی تقریر کی۔ اور یہ اجلاس بھی اپنی مختلف النوع دلچسپیوں کے ساتھ ختم ہوا۔

اجلاس سوم تیسرا اجلاس بعد نماز عصر منعقد ہوا۔ جس میں تلاوت قرآن کریم و نظم کے بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی معرکۃ الآرا تقریر ہوئی۔ تقریر کیا تھی۔ حقائق و معارف کا بحرِ ذخار تھا۔ یہ تقریر انشاء اللہ جلد ہی چھپ جائیگی۔ اور دوستوں کے ازدیادِ علم و عرفان کا موجب بنیگی۔ تقریر کے خاتمہ پر حضور انور نے دعا فرمائی۔ اور یہ آخری اجلاس بھی نہایت ہی حسن و خوبی کے ساتھ ختم ہوا۔

چراغاں بعد نماز مغرب چراغاں ہوا۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول کی وسیع اور خوشنما عمارت چراغاں سے اور بھی خوشنما معلوم ہوتی تھی۔ اور دور سے تو یہ نظارہ نہایت ہی بھلا اور منظر فریب معلوم ہوتا تھا۔

(فضل حسین احمدی مہاجر ناظم جلوس و جلسہ)

نوٹ:۔ جن دوستوں نے جلوس میں شامل ہونا ہو انہیں لوکل انجمن احمدیہ کی طرف سے ایک بیج دیا جائیگا۔ جو قادیان کی حدود میں ہی واپس کر دینا ہوگا۔ جو دوست بیج کی واپسی پر ۲ آنہ فی بیج واپس لینا چاہیں وہ دفتر انتظام جلسہ سے لے سکتے ہیں۔ (ناظم جلسہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

قادیان دارالامان مورخہ ۲۸ر اکتوبر ۱۹۳۰ء

کلام امام امسیح موعود علیہ السلام

اتمام الحجۃ علی المخالفین

"اعلان بخدمت علماء اسلام"

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیَاتِہٖ

یعنے اُس شخص سے ظالم تر کون ہے۔ جو خدا پر افترا کرے یا خدا کی آیتوں اور نشانوں کا مکذب ہو۔

"ہر ایک کو معلوم ہے۔ کہ میرے اس دعوے پر کہ میں خدا تعالےٰ سے مامور ہو کر آیا ہوں۔ اور اس کے مکالمہ مخاطبہ سے مشرف ہوں۔ چھبیس برس کے قریب عرصہ گذر گیا ہے۔ اور اس مدت میں باوجودیکہ میرے سلسلہ کے معدوم کرنے کے لئے ہر ایک مخالف نے ناخنوں تک زور لگائے اور مجھے حکام کی طرف بھی کھینچا۔ مگر میں ان کے ہر ایک حملے کے وقت میں محفوظ رہا۔ تعجب کہ ان کو باوجود صدہا ناکامیوں کے جو میرے استیصال کے بارے میں ہوئیں۔ اب تک یہ بات سمجھ نہیں آئی۔ کہ ایک پوشیدہ ہاتھ میرے ساتھ ہے۔ جو اُن کے ہاتھ سے مجھے بچاتا ہے۔ مجھے وہ کذاب اور دجّال اور مفتری تو کہتے ہیں۔ مگر اس بات کا جواب نہیں دیتے۔ کہ دنیا میں کونسا ایسا کذاب گذرا ہے جس کو خدا دشمنوں ... کے خطرناک حملوں سے چھبیس برس تک بچاتا رہا۔ یہاں تک کہ اُس نے اپنے خاص فضل سے صدی کے چہارم حصّہ تک اُس کو سلامت رکھا اور ترقی پر ترقی بخشی۔ اور ایک فرد سے لاکھوں انسان اس کی تابع کر دیئے۔ اور کسی دشمن کی پیش نہ گئی۔ اور آئندہ ترقیات کی خبر نہیں۔ اور کونسا دنیا میں ایسا کذاب گذرا ہے جس کے مقابل پر ہر ایک مومن مباہلہ کے وقت موت یا کسی اور کسی قسم کی تباہی سے عذاب کا نشانہ ہوا۔ اور کونسا ایسا کذاب گذرا ہے۔ جس کے لئے اور جس کی پیشگوئی کی رُو سے رمضان میں خسوف کسوف ہوا۔ اور زمین میں ایک عالمگیر طاعون پھیل گیا۔ کیا کسی اور مہدی کا نشان ملتا ہے۔ جس نے کسوف خسوف سے پندرہ برس پہلے اس کے وقوع کی خبر دی تھی۔ اور طاعون سے چھبیس برس پہلے اور پھر بارہ برس پہلے اور پھر تین برس پہلے ملک میں اس کے پھیلنے کی سہ بارہ اطلاع دے دی تھی۔ اب اس وقت اس تحریر سے میری غرض یہ ہے۔ کہ میں نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں کافی طور پر ہر ایک قسم کا ثبوت اپنے دعویٰ کے متعلق لکھ دیا ہے۔ اور باوجود اس کے کہ میں ان ایام میں بباعث طرح طرح کے عوارض جسمانی اور بیماریوں کے متواتر دورے اور ضعف اور ناتوانی کے اس لائق نہ تھا۔ کہ اس قدر سخت محنت اُٹھا سکوں۔ تا ہم میں نے محض بنی نوع کی ہمدردی کے لئے یہ تمام محنت اٹھائی۔ اس لئے میں اپنی عزیز قوم کے اکابر علماء اور مشائخ اور اُن سبکو جو اس کتاب کو پڑھ سکتے ہیں۔ خدا تعالےٰ کی دوبارہ قسم دیتا ہوں۔ جس کے ہاتھ میں ہر ایک کی جان ہے کہ وہ اپنے اوقات اور مشاغل کا حرج بھی کر کے ایک دفعہ غور اور تدبّر سے اس کتاب کو اوّل سے آخر تک پڑھ لیں۔ اور پھر میں تیسری دفعہ اُس غیور خدا کی اُن کو قسم دیتا ہوں۔ جو اُس شخص کو پکڑتا ہے۔ جو اس کی قسموں کی پرواہ نہیں کرتا۔ کہ ضرور ایسے لوگ جن کو یہ کتاب پہنچے۔ اور وہ اس کو پڑھ سکتے ہوں۔ خواہ وہ مولوی ہیں یا مشائخ اوّل سے آخر تک ایک مرتبہ اس کو ضرور پڑھ لیں۔ اور میں انشاء اللہ بعض کو تو خود یہ کتاب بھیجدونگا اور بعض دیگر کی نسبت میں وعدہ کرتا ہوں۔ کہ اگر وہ قسم کھا کر لکھیں۔ کہ قیمت کے ادا کرنے کی گنجائش نہیں۔ تو میں بشرط گنجائش اور بشرط موجود ہونے کتاب کے ضرور ان کو اس شرط سے کتاب بھیجدوں گا۔ کہ وہ خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر میری طرف تحریر کریں۔ کہ وہ اوّل سے آخر تک ضرور کتاب کو پڑھیں گے۔ اور نیز یہ کہ وہ نادار ہیں۔ طاقت ادائے قیمت نہیں رکھتے۔ اور میں دعا کرتا ہوں۔ کہ جس شخص کو یہ کتاب پہنچے۔ اور وہ خدا تعالےٰ کی قسم سے لاپرواہ رہکر اور خدا کی قسم کو بے عزتی سے دیکھکر کتاب کو اوّل سے آخر تک نہ پڑھے۔ اور یا کچھ حصہ پڑھکر چھوڑ دے۔ اور پھر بدگوئی سے باز نہ آوے۔ خدا ایسے لوگوں کو دنیا اور آخرت میں تباہ اور ذلیل کرے۔ آمین ؛

لیکن جو شخص اوّل سے آخر تک کتاب کو پڑھے۔ اور خوب پڑھے۔ اور خوب سمجھے۔ اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ اب میں اس اعلان کو ختم کرتا ہوں۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ؛

المعلن

میرزا غلام احمد مسیح موعود مقام قادیان ۱۵ر مارچ ۱۹۰۷ء

ضروری اطلاع

جن احباب نے فاروق کے وی پی جو گذشتہ ماہ میں ششماہی دوم سنہ رواں کے گئے تھے۔ یا جن کے نام چندہ بقایا تھا ان کے نام وی پی بھیجے تھے واپس کر دیئے ہیں۔ اور باوجود اطلاع کے انہوں نے دو پیسہ کا کارڈ لکھکر دفتر فاروق میں نہیں بھیجدیا تا کہ ان کے نام وی پی نہ بھیجا جاتا۔ اس لئے اب مکرر ان کے نام وی پی کیا جائیگا۔ خصوصاً منشی عبدالمجید صاحب نیلا گنبد اور سید پیر احمد شاہ صاحب ہوشیار پور ضرور وی پی وصول فرمالیں۔ جن کے نام آٹھ آٹھ دفعہ وی پی کئے گئے ہیں۔ اور یہ بات بھی احباب پر واضح رہے۔ کہ اس طرح جب بھی وی پی ہوتے ہیں۔ بیس پچیس خریدار کم ہی ہو جاتے ہیں اور فاروق کی اشاعت کم ہو جاتی ہے۔ اب بھی تیس خریدار کم ہو گئے ہیں۔ جو فاروق کی بہتری چاہنے والے دوستوں کا فرض ہے۔ کہ وہ اس کمی کو پوری کر دیں۔ زیادہ کیا عرض کروں (خاکسار

Digitized by Khilafat Library Rabwah

طلباء کی تحریک سول نافرمانی میں شرکت کے مضر اثرات

(از جناب چوہدری غلام مصطفےٰ صاحب بیرسٹر گوجرانوالہ)

گن شتہ سے پیوستہ

طلباء

اب میں چند باتیں ان نونہالوں سے کہنا چاہتا ہوں۔ جن کی تباہی اور بربادی کے مشورے ہو رہے ہیں۔

عزیزو! تمہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ دنیا میں ہندوستان کی کیا حالت ہے۔ اور اس کا متمدن ممالک میں کیا درجہ ہے میں تمہاری آگاہی کے لئے ذیل میں وہ اعداد و شمار پیش کرتا ہوں۔ جس سے معلوم ہو جائیگا۔ کہ تعلیم کے لحاظ سے تعلیمی دنیا میں ہندوستان کس پستی کی حالت میں ہے۔

سکولوں میں تعلیم پانیوالے لڑکوں کا ساری آبادی سے تناسب

جاپان ۱/۲ ۳۸ فیصدی - برطانیہ ۲۹ فیصدی

ڈنمارک ۱/۲ ۳۵ فیصدی - فرانس ۲۸ فیصدی

جرمنی ۱/۲ ۲۹ فیصدی - امریکہ ۱/۲ ۲۷ فیصدی

ہندوستان ۱/۲ ۳ فیصدی

تمہیں اس بات کا بھی علم ہوگا۔ کہ آبادی کے لحاظ سے دنیا کی کل آبادی کا ۱/۵ حصہ ہندوستان بستا ہے اور کل دنیا کی آبادی ۱۷ کروڑ ہے۔ اور ہندوستان میں ۳۲ کروڑ نفوس آباد ہیں۔ جاپان میں صرف ۶ ۱/۲ کروڑ آدمی بستے ہیں۔ اور جرمنی میں ۵ کروڑ انسان ہیں۔ اب ذرا غور کرو۔ کہ ۶ ۱/۲ کروڑ والے ملک میں ۲۹ ۱/۲ فیصدی طالب علم ہیں۔ اور جاپان جہاں صرف ۵ کروڑ باشندے آباد ہیں۔ وہاں طلباء کو علم کا اس قدر شوق ہے۔ کہ وہ ۳۸ ۱/۲ فیصدی سکولوں اور کالجوں میں جاتے ہیں۔ مگر افسوس ہے۔ کہ جس ملک کی آبادی کل دنیا کی آبادی کا پانچواں حصہ ہے۔ وہاں تعلیم سے اس قدر لاپرواہی اور غفلت برتی جاتی ہے۔ کہ سکولوں میں جانیوالے طالب علم صرف سوا تین فیصدی ہیں۔

میں تعلیم کے فوائد پر مضمون لکھنا نہیں چاہتا۔ اسکے لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ اور ویسے بھی سینکڑوں کتابیں اس موضوع پر لکھی جا چکی ہیں۔ تعلیم کے فوائد سورج کی طرح روشن اور عیاں ہیں۔ میں صرف اتنا جتلانا چاہتا ہوں۔ کہ جاپان ایشیا کا ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے۔ جسکی آبادی ہندوستان کی آبادی سے پانچ گنا کم ہے۔ مگر محض علم کی بدولت وہ تجارت میں ایشیا کا بادشاہ ہے اور یورپین ممالک کی تجارت کا مقابلہ کر رہا ہے۔ صرف علم کی برکت سے اس کا دنیا کی سب سے بڑی سلطنتوں میں شمار ہوتا ہے۔ برطانیہ ہی کو لے لو۔ جو اس وقت ہم پر حکومت کر رہا ہے۔ ہندوستان کی آبادی برطانیہ کی آبادی سے آٹھ گنا زیادہ ہے۔ اور دنیا کے نقشہ کو دیکھو۔ تو اس پر برطانیہ ایک چھوٹا سا جزیرہ نظر آئیگا۔ لیکن محض علم کی طاقت سے وہ دنیا کی ممتاز ترین سلطنتوں میں سے ہے۔ اور ایک دنیا اس سے خم کھاتی ہے۔ اور اس کی عزت کرتی ہے۔ یہ علم کا ہی کرشمہ ہے۔ کہ وہ حکمران ہیں۔ اور یہ جہالت ہی کا نتیجہ ہے۔ کہ ہم محکوم ہیں۔ ہندوستانی دنیا کے جس حصہ میں جائیگا۔ ذلیل اور خوار سمجھا جائے گا۔ ڈھوروں سے بدتر اس کی درگت ہوتی ہے۔ جب ہمارا یہ حال ہو۔ تو تعلیم کا حاصل کرنا ہمارے لئے کس قدر ضروری ہو جاتا ہے۔

دنیا میں ہر فرد و بشر کی خواہش ہوتی ہے کہ پیٹ کی طرف سے اُسے بے فکری ہو۔ اور وہ جب تک دنیا میں زندہ رہے۔ آرام آسائش اور عزت کی زندگی بسر کرے۔ لیکن تعلیم ہی اکیلا دروازہ ہے۔ جس سے تم عزت و دولت۔ آسائش اور فارغ البالی کے محل میں داخل ہو سکتے ہو۔ تعلیم سے عقل بڑھتی ہے۔ اور عقل ہی سے دنیا ہی میں سب آرام اور آسائش میسر آسکتے ہیں مثل ہے۔ کہ "عقل بڑی کہ بھینس"۔ غرضیکہ فی زمانہ دنیا میں زندہ رہنے کے لئے تعلیم حاصل کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

میرے چھوٹے بھائیو! اب تم ہی بتاؤ۔ کہ تم دنیا میں ذلیل ہو کر رہنا چاہتے ہو یا باعزت ہو کر۔ اگر کوئی شخص تمہیں یہ کہے۔ کہ تم سکول اور کالج چھوڑ کر دن بھر اپنے شہر یا گاؤں میں آوارہ پھرتے رہو۔ اور علم سے بے بہرہ رہکر جاہل رہو تو تم کیا سمجھو گے۔ کیا وہ شخص تمہارے فائدہ کی بات کر رہا ہے۔ اگرچہ کھیل کود پسند کرنے والے لڑکوں کے لئے ایسا پیغام ظاہرا طور پر خوشی کا پیغام ہوگا۔ لیکن ایسی آوارگی کا نتیجہ خطرناک ہے۔ دنیا میں کبھی کسی آوارہ مزاج لڑکے نے کامیابی حاصل نہیں کی۔ اب کانگرس والے یہ چاہتے ہیں۔ کہ تم سکول اور کالج چھوڑ کر آوارہ پھرتے رہو سول نافرمانی کرو۔ اور جیل خانے جاؤ۔ کیا تمہارے خیال میں وہ تمہاری بھلائی کی بات کہہ رہے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ بھلا تم ذرا ان سے یہ تو پوچھو۔ کہ وہ خود کیونکر لیڈر اور رہنما بن گئے۔ پڑھ لکھکر یا جاہل رہکر۔ میں تمہیں بتاتا ہوں وہ لیڈر اس طرح ہوئے ہیں۔ کہ انہوں نے طالب علمی کے زمانہ میں بڑے شوق اور انتہائی محنت کے ساتھ علم حاصل کیا۔ امتحان ہوا۔ اچھے نمبروں کے ساتھ جب پاس ہوتے گئے۔ تو آہستہ آہستہ لیڈر بن گئے۔ دولت کمائی اور عزت حاصل کی۔ ورنہ اگر ادھر اُدھر گھومنے اور تعلیم حاصل کرنے اور جاہل رہنے سے لیڈری مل جاتی۔ یا بڑے بڑے عہدے حاصل ہو جاتے یا عزت اور دولت میسر ہو سکتی۔ تو اونٹ ہاتھی اور بیلوں کو ہی بڑے بڑے عہدے دیئے جاتے۔ وہی زیادہ دولت کماتے وہی آرام و آسائش کی زندگی بسر کرتے۔ اور وہی بادشاہ بنتے اور سلطنتیں کرتے اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ لیڈری۔ عزت۔ دولت اور عہدے اسی کو ملتے ہیں۔ جو ساری دنیا کے کام کاج چھوڑ کر تعلیم میں دن رات لگا رہے۔ پس وہ لیڈر جنہوں نے خود تو تعلیم کی بدولت اس قدر عزت حشمت اور جاہ و جلال حاصل کی ہے۔ وہ تمہیں کہیں کہ تم جاہل رہو۔ کچھ نہ پڑھو۔ سکول اور کالج چھوڑ دو۔ آوارہ پھرو۔ اور نصیحت کریں۔ کہ ؎

لکھو گے پڑھو گے تو ہو گے خراب
جو کھیلو گے کودو گے ہو گے نواب

تو ان کی یہ کیسی مضحکہ خیز حرکت ہے۔ وہ خود تو لکھ پڑھکر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لیڈر بن جائیں۔ اور تمہاری حیثیت ایک ڈالنٹیر سے زیادہ نہ ہونے دیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے۔

پیارے بچو! افسوس ہے۔ کہ دوستی کے پردہ میں تم سے دشمنی ہو رہی ہے۔ جس تعلیم کی بدولت انہوں نے "لیڈریت" حاصل کی ہے۔ اس سے تمہیں محروم رکھکر "ڈالنٹیریت" تک رکھنا چاہتے ہیں۔ گویا کہ وہ نہیں چاہتے۔ کہ اُن جیسی عزت اور دولت آنے والی نسل کو بھی حاصل ہو۔

تم نے بھلا کبھی اس بات پر بھی غور کیا ہے یا نہیں۔ کہ یہ جتنے ہندوستان میں لیڈر ہیں۔ ان میں کوئی جاہل بھی ہے یا سب لکھے پڑھے ہیں۔ سب سے پہلے مہاتما گاندھی کو ہی لو۔ وہ خیر سے بیرسٹرایٹ لاہیں۔ کئی سال ولایت میں رہ چکے ہیں افریقہ میں وکالت کر کے لاکھوں روپے کما چکے ہیں۔ آنریبل سری نواس شاستری کو دیکھو۔ افریقہ میں گورنر جنرل ہندوستان کے ایجنٹ رہ چکے ہیں۔ جو عہدہ آج تک کسی ہندوستانی کو نہیں ملا تھا۔ اُن کو یہ عزت یونیورسٹی کے انتہائی مدارج طے کرنے کے بعد ملی ہے۔ ملک الشعراء اور فخر ہند ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور کی طرف ہی دھیان کرو۔ خود علم حاصل کر کے مشعل علم ہاتھ میں لے کر ہندوستان کیا خود یورپ اور امریکہ والوں کو راہ ہدایت دکھا رہے ہیں۔ سر پی۔ سی۔ رائے اور ڈاکٹر بوس وہ ہستیاں ہیں۔ جن پر دنیائے سائینس بجا فخر کر رہی ہے۔ وہ کالجوں میں پڑھ چکے ہیں۔ پنڈت مدن موہن مالویہ جو ہندو یونیورسٹی کے بانی ہیں۔ خیر سے وکیل ہیں۔ اور کالجوں اور سکولوں میں اپنے وقت کے استادوں کے سامنے زانوئے ادب تہ کر چکے ہیں۔ پنڈت موتی لال نہرو وکیل ہیں۔ اُن کے خلف الرشید کانگرس کے موجودہ پریسیڈنٹ پنڈت جواہر لال نہرو بیرسٹرایٹ لاء ہیں اور کیمبرج میں کئی سال پڑھ چکے ہیں۔ مسٹر پٹیل جو چند ماہ پہلے ہندوستان کی سب سے بڑی قانون ساز جماعت یعنے لیجسلیٹو اسمبلی کے صدر تھے وکیل ہیں۔ بردولی والے مشہور سردار ولبھائی پٹیل بیرسٹرایٹ لاء ہیں۔ ٹیبل ہند مسٹر سروجنی نیڈو کالج کی تعلیم یافتہ ہیں۔ مسلمانوں کے رہنما مولانا شوکت علی اور محمد علی علیگڈھ کالج کے تعلیم یافتہ ہیں۔ سر میاں محمد شفیع بیرسٹرایٹ لاء ہیں۔ آنریبل سر عبدالقادر جج ہائی کورٹ پنجاب ہونے سے پیشتر وکالت کرتے تھے۔ وہ بیرسٹرایٹ لاء ہیں۔ اور گریجوایٹ ہیں۔ غرضیکہ کس کس کے نام لکھے جائیں۔ جس کو بھی ٹٹولو گے۔ اس کو تعلیم یافتہ ہی پاؤ گے۔ جب وہ تعلیم حاصل کر کے بڑے آدمی بن سکتے ہیں۔ تو تم کیوں تعلیم پاکر بڑے نہ بنو۔ اور کیوں تعلیم چھوڑ کر جاہل رہو۔ اور کیوں تمہاری حیثیت ایک ڈالنٹیر سے زیادہ نہ ہو۔ کیا صرف کانگریسی لیڈروں کا حق ہے۔ کہ وہی بڑے بنے رہیں۔ اور دوسرا کوئی اُن کی سی وجاہت۔ عزت اور دولت حاصل نہ کرے۔

میں ایک اور بات تم سے کہنا چاہتا ہوں۔ کانگریسی لیڈر کہتے ہیں۔ کہ تم پڑھائی چھوڑ کر آوارہ پھرا کرو۔ سول نافرمانی میں حصہ لے کر اور جیل خانہ جا کر آزادی حاصل کرو۔ اور کراؤ۔ ان کے کہنے کے مطابق کوئی عملی قدم اس طرف اُٹھانے سے پیشتر سب سے ضروری ہے۔ کہ تم سمجھو۔ کہ آزادی کیا چیز ہوتی ہے۔ اور ہندوستان موجودہ صورت میں اس کے حصول میں کہاں تک کامیاب ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے مندرجہ ذیل امور سے پوری پوری واقفیت ہونی چاہیئے۔ کہ ہندوستان کی اس وقت اقتصادی حالت کیا ہے۔ بیرونی ممالک میں اس کی کیا وقعت ہے۔ ہمسایہ اقوام سے اس کے تعلقات کیسے ہیں۔ اس وقت وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکتا ہے۔ یا نہیں؟ خود ہندوستان کی اندرونی حالت کیا ہے؟ اس میں بسنے والی قوموں کا آپس میں کیسا اتفاق اور اتحاد ہے۔ اور وہ ایک دوسرے پر کتنا اعتماد رکھتی ہیں۔ اگر انگریزوں کا تعلق ہندوستان سے یک قلم قطع کر دیا گیا۔ تو ملک کے اندرونی امن اور بیرونی تعلقات پر کیا اثر پڑے گا۔ اور ان کے لئے ہندوستان کی گذشتہ تاریخ اور حالات سے کما حقہٗ آگاہی ہونی ضروری ہے۔ ان سب باتوں سے پوری واقفیت ہونے کے لئے علم کی ضرورت ہے۔ جب تم علم سے بے بہرہ ہو گے۔ تو تم ملک کی ترقی کی جدوجہد میں سلیم رائے سے کس طرح کام کر سکتے ہو۔ اندھا دھند تقلید ہمیشہ نقصان دہ ہوتی ہے۔ پڑھنے لکھنے اور علم حاصل کرنے کے بعد جب تمہاری عقل پختہ ہو جائیگی۔ تم جملہ امور کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک صائب رائے قائم کر سکتے ہو۔ کہ ہندوستان کی ترقی اور آزادی کے حصول کے لئے کونسا بہترین ذریعہ ہو سکتا ہے۔ اور علم کی برکت سے ہی تم بتدریج اس قابل ہو جاؤ گے۔ کہ امورات سلطنت میں دخل دے سکو۔ جاہل رہکر اور سلطنت کے خواب دیکھنے سے تمہارا بھی وہی حشر ہو گا۔ جو افغانستان میں بچہ سقہ کا ہوا تھا۔ ایک جاہل۔ الھڑ اور علم سے بے بہرہ شخص گو چند روز کے لئے کابل کا بادشاہ بن گیا۔ لیکن بالآخر اس کا بھی وہی حشر ہوا۔ جس کا وہ مستحق تھا۔ آئین جہانبانی سے کورا ہونے کی وجہ سے اس کا عبرت انگیز انجام ہوا۔ اس لئے ضرورت ہے۔ کہ علم حاصل کیا جائے جاہل رہکر اور عمر گنوا کر اور آوارہ پھر کر آزادی نہیں ملا کرتی۔ دنیا کی تواریخ اُٹھا کر دیکھو۔ تم کو معلوم ہو جائیگا کہ آزادی اور ترقی علم سے حاصل ہوتی ہے نہ جاہل رہنے سے۔

یہ کہا جاتا ہے۔ کہ طلباء کو ہمیشہ کے لئے تعلیم سے بے بہرہ رکھنا کانگرس کا مقصود نہیں۔ بلکہ صرف ایک یا دو سالوں کے لئے کالج اور سکول بند کرانے منظور ہیں۔ تاکہ بچے بھی اس بے چینی اور شورش میں شامل ہو جائیں جو کانگرس کے لیڈر پیدا کر رہے ہیں۔ یہ تجویز یا مقصد اور بھی زیادہ مضحکہ خیز ہے۔ کیا دو سالوں تک جس طرح کاروبار بند ہو جائیں گے۔ بچوں کی عمریں بھی بڑھنا بند ہو جائیں گی۔ تعلیم کے شغل کو یک قلم ترک کر دینے سے کیا بچوں کے دماغ دو سالوں کے بعد پھر اسی طرح تیز اور عجلتی رہیں گے؟ اصل یہ ہے کہ سکول اور کالج چھوڑ کر ایک تو اپنی عمر کا بہترین حصہ گنوا بیٹھینگے۔ بازاروں میں آوارہ پھریں گے۔ اپنا حال چلن بگاڑ لینگے۔ عادتیں خراب کر لیں گے۔ محنت کے عادی نہ رہیں گے۔ جب ایک عرصہ کے بعد وہ سکول میں داخل ہوں گے۔ تو پھر پڑھائی میں ان کو دوگنی دقت ہو جائے گی۔ اگر وہ نوکری کے خواہشمند ہونگے۔ تو عمر کے زیادہ ہو جانے کی وجہ سے ان کو نوکری بھی نہ ملے گی۔ اور نہ وہ بڑے بڑے عہدوں پر پہنچ سکیں گے۔ نتیجہ کیا ہو گا۔ خود گھاٹے میں رہیں گے۔ والدین کو تکلیف دینگے۔ اور ملک کو بھی نقصان پہنچائیں گے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ جاننا چاہیئے۔ کہ افراد کی ترقی ملک کی ترقی ہوتی ہے۔ پس اگر تم ملک کے خیر خواہ ہو۔ اور اس کی عزت چاہتے ہو۔ تو دن رات حصولِ تعلیم میں مصروف رہو۔ مشکل سے مشکل امتحانات پاس کرو۔ بڑے بڑے عہدے حاصل کر کے عزت اور دولت پاؤ۔ سائنس دان بنو انجنیئر بنو۔ قانون دان بنو۔ جج بنو۔ سیاست دان بنو۔ ایجادیں کرو۔ تجارت میں ترقی کرو۔ تم اپنی پڑھائی کی بدولت جو عزت حاصل کرو گے۔ اس میں ہندوستان کی عزت مضمر ہوگی۔ تمہاری ترقی و تہذیب سے ہندوستان بھی مہذب اور متمدن ممالک میں شمار ہوگا۔ یقین رکھو۔ کہ تم ہندوستان کو آزادی اور ترقی سکول میں جا کر دلا سکتے ہو نہ سول نافرمانی کر کے اور جیلخانہ جا کر یا سکول چھوڑ کر اور آوارہ پھر کر۔ اگر سکول چھوڑ دو گے۔ بے علم رہو گے۔ سول نافرمانی کرو گے۔ قید ہو گے۔ تو تم سے بڑھ کر ہندوستان کا کوئی دشمن نہیں ہوگا۔ اور تم ہندوستان کی ترقی کو اپنی جہالت کے ساتھ سالوں پیچھے ڈال دو گے۔ پس خدا کے لئے کانگرسی لیڈروں کا یہ حکم جو سخت تباہ کن ہے۔ ہرگز نہ مانو۔ مجھے امید ہے۔ کہ میری یہ ناچیز گذارش ضرور شرف قبولیت حاصل کریگی۔ اور کانگرسی لیڈر اس مضر اور تباہ کن ریزولیوشن کو منسوخ کر دینگے۔ اگر لیڈرانِ ملک نے ۱۹۲۱ء کی طرح طلباء کے متعلق اس نقصان دہ اور ہلاکت آفرین ریزولیوشن کے عمل پر زور دیا۔ تو میں امید کرتا ہوں۔ کہ والدین گذشتہ تلخ تجربہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے بچوں کو جادہ اعتدال اور صراط مستقیم سے ہرگز بھٹکنے نہیں دینگے۔ اور پوری طاقت اور زور سے بچوں کو اس غلط طریق عمل پر چلنے سے بچائیں گے۔ مجھے یہ بھی امید ہے کہ خود طلباء بھی میری ان چند سطور کو پڑھکر اب ایسا غلط قدم کبھی بھی اٹھانے کی جرأت نہ کرینگے۔ جو ان کی زندگی کو تباہ اور برباد کرنے والا اور ملک کی ترقی کے لئے سخت مضر ہے۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ اپنی پڑھائی میں مشغول ہو کر کانگرسی لیڈروں کے اس بلاوے کا حوصلہ شکن جواب دیکر اپنی عقلمندی اور تدبر کا ثبوت دینگے اور ان کو جتا دینگے۔ کہ وہ حصول علم کے ذریعہ ہندوستان کی ترقی میں ان کے برابر کا حصہ لے رہے ہیں ؎

من آنچہ شرطِ بلاغ است باتو مے گویم
تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

پیغامی مشن

مولوی محمد علی صاحب اور حضرت خضر کی نبوت

(۱)

اخبار فاروق مجریہ ۲۸ مئی ۱۹۳۰ء کے پرچہ میں بندہ کا ایک چھوٹا سا مضمون "آدم اور ابن آدم سے نبوت کا اثبات" کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ اس مضمون کا خلاصہ یہ تھا۔ کہ مولوی محمد علی صاحب نے لقمان الحکیم کے معاملہ میں بہت حسن ظنی اور نہایت کامل انصاف سے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق حد سے زیادہ بدظنی اور پرلے درجہ کی بے انصافی سے کام لیا ہے۔ یعنی جس افراط اور تفریط سے اس معاملہ میں مولوی صاحب نے کام لیا ہے۔ وہ اس مضمون کے پڑھنے سے اور بھی واضح ہو جائیگا۔

جیسا کہ سابقہ مضمون کے پڑھنے سے احباب کرام کو معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ مولوی محمد علی صاحب نے بے شک لقمان الحکیم کی نبوت کا ثبوت دیا تو ہے۔ مگر اس کا ہونا یا نہ ہونا بالکل برابر ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یا تو مولوی صاحب کے پاس سوائے اپنے خیال کے نبوت لقمان کا اور کوئی ثبوت نہ تھا۔ یا یہ کہ مولوی صاحب کے نزدیک نبوت ایک ایسی چیز ہے۔ جو کہ ایک شخص کیلئے تو مولوی صاحب کو پسندیدہ اور خوش نما ہے۔ اور دوسرے کے لئے نہایت ناپسند اور بہت ہی کڑوی۔

خضر کے متعلق اختلاف اقوال

بہرحال آج میں مولوی صاحب کے ایک اور افراط اور تفریط کا نمونہ ناظرین کرام کے پیش نظر رکھنا ہوں۔ اور وہ بھی نبوت ہی کے مسئلہ میں ہے۔ یعنی حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت کے متعلق۔ اس بارہ میں کہ آیا حضرت خضر نبی تھے یا غیر نبی۔ ولی تھے یا غیر ولی۔ فرشتہ تھے یا آدمی۔ ہم اپنا عقیدہ آخر میں تحریر کرینگے۔ سب سے پہلے میں یہ واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ حضرت خضر کا وجود ان وجودوں میں سے ہے۔ جنکی مرتبت و منزلت اور جن کے درجہ و عہدہ کے بارہ میں اختلاف اقوال کا کوئی شمار نہیں۔ بعض کے نزدیک وہ نبی تھے۔ بعض ان کو نبی غیر مرسل بعض نبی مرسل کہتے ہیں۔ بعض ان کو ایک فرشتہ قرار دیتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے۔ کہ وہ آدمؑ کے صلبی بیٹے تھے۔ اور بعض کہتے ہیں۔ نہیں بلکہ آدمؑ کے پوتے تھے۔ یعنی قابیل کے بیٹے تھے۔ الغرض کوئی کچھ کہتا ہے۔ اور کوئی کچھ۔ یہاں تک کہ بعض نے ان کو فرعون کا بیٹا اور بعض نے فرعون کی بیٹی کا بیٹا قرار دیا ہے۔ اسی طرح ان کی حیات و ممات کے بارہ میں بھی ایسا ہی اختلاف ہے۔ جیسا کہ ان کے وجود کے متعلق ہے۔ جس کے ذکر کرنے کی یہاں کوئی ضرورت نہیں۔

امیر پیغام اور نبوت خضر

ہاں ان تمام اختلافات اور اقوال میں سے ایک قول ایسا ہے۔ جو کہ قابل ذکر اور قابل غور ہے۔ اور اس کا پڑھنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ اور وہ امیر پیغام مولوی محمد علی صاحب کا قول ہے۔ مولوی صاحب حضرت خضر کے متعلق اپنی تفسیر بیان القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۱۸۴ و صفحہ ۱۱۸۵ پر تحریر فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"دوسری بات جو وثوق سے کہی جا سکتی ہے۔ یہ ہے۔ کہ اگرچہ جمہور نے خضر کو ولی یا نبی غیر رسل مانا ہے۔ لیکن ان کے جن حالات کا ذکر قرآن شریف میں ہے ان سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی قوم کیطرف رسول تھے۔ گو بلحاظ ضروریات قومی ان کی نبوت کا رنگ علیحدہ ہو"۔

ابھی مولوی صاحب نے صرف ان لوگوں کو تسلی بخشی ہے جو کہ خضر کی نبوت کے قائل تھے یا ہیں۔ کہ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ پھر آگے چلکر اس کی آپ دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ کہ:۔

"ان کے نبی ہونے کا یہ قطعی ثبوت ہے۔ جس میں گویا کسی قسم کا تردد اور شبہ باقی نہیں۔ (راقم) کہ قرآن شریف سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ان کی وحی حجت ثابت ہوتی ہے۔ ولی کا الہام حجت شرعی نہیں ہوتا۔ جب تک کہ شریعت اس کی تصدیق نہ کرے۔ صرف نبی کی وحی حجت ہوتی ہے۔"

پھر آگے چل کر ایک واقعہ لکھا ہے۔ تاکہ خضر کی نبوت ثابت ہو۔ اور مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کی نفی ہو۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:۔

"میں اس جگہ ایک چھوٹا سا واقعہ لکھتا ہوں۔ جو ولی کے الہام اور شریعت کے تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔ اس صدی کے مجدد (جن کو مولوی صاحب خود کسی زمانہ میں نبی اور رسول مانتے تھے۔ راقم) حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو ایک دفعہ انتیس روزوں کے گذر جانے پر الہام ہوا۔ کہ عید تو آج ہے چاہو عید کرو یا نہ کرو۔ مگر انتیس کے دن قادیان اور اس کے گردو نواح میں چاند نہ دیکھا گیا۔ صبح کو جب آپ نے یہ الہام سنایا۔ تو بعض لوگوں نے دریافت کیا۔ کہ جب الہام آپ کو ہو گیا ہے۔ تو کیا ہم روزے نہ کھول دیں۔ اور عید نہ کر لیں۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں یہ شریعت کا مسئلہ ہے۔ کہ انتیس کو اگر چاند نظر آئے تو عید کی جائے۔ اس لئے روزہ ہی رکھنا چاہیئے۔ بعد میں دوسرے مقامات سے تاریں آگئیں۔ کہ چاند پہلی شب یعنی انتیس کا دیکھا گیا۔ یوں الہام کی بھی تصدیق ہو گئی۔ مگر عمل شریعت پر ہی ہوا۔ اور یہی امت کا مسلمہ مذہب ہے۔ پس خضر کے اپنی وحی کو حجت قطعی ٹھہرانے سے یہ صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ رسول اور نبی تھے۔"

حضرت مسیح موعود کی نبوت کی نفی سے خضر کی نبوت کا ثبوت

مولوی صاحب کی مذکورہ بالا عبارت تو نہایت ہی صاف اور استدلال بھی بہت ہی روشن اور واضح ہے۔ اس میں کسی مزید توضیح کی ضرورت نہیں۔ ہاں مختصر الفاظ میں اس عبارت کے مفہوم کو دوہرا دیتا ہوں۔ تاکہ یہ ذہن نشین ہو کر اگلے مضمون کے سمجھنے میں ممد و معاون ہو۔ سو واضح رہے۔ کہ مولوی صاحب کے استدلال کا خلاصہ صرف اتنا ہے۔ کہ حضرت خضر اسلئے نبی تھے۔ کہ اول ان کو وحی ہوتی تھی۔ دوم ان کی وحی حجت ہوتی تھی۔ اور سوم ایک واقعہ سے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے۔ کہ حضرت میرزا صاحب کا الہام حجت نہیں تھا۔

ایسے پیغام کے استدلال پر کلام

(۱) پہلی بات کے متعلق گذارش ہے کہ محض وحی کے اترنے سے کسی کی نبوت ثابت نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ وحی نبوت کا ثبوت نہ ہو۔ اور خصوصاً مولوی صاحب کے نزدیک تو علیٰ وجہ الاولیٰ نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ مولوی صاحب اس شخص کی نبوت کا بھی انکار کر بیٹھے ہیں۔ جن کی وحی میں نبوت اور رسالت کا لفظ بار بار آتا ہے۔ اب عقل کس طرح تسلیم کر سکتی ہے۔ کہ مولوی صاحب اس شخص کی نبوت کو تسلیم کر لینگے۔ جن کی وحی میں کبھی نبی اور رسول کے لفظ کا نام و نشان بھی نہیں ہے۔

(۲) دوسری بات آیا وحی کا حجت ہونا کسی کی نبوت پر دلالت کرتا ہے۔ یا نہیں۔ آیا نبی ہی کی وحی قابل حجت ہوتی ہے۔ یا کسی اور کی بھی۔ سب سے پہلے ہم مولوی صاحب کی اس عبارت "صرف نبی کی وحی حجت ہوتی ہے" کے متعلق یہ سوال کرتے ہیں:۔

ہمارا سوال

وحی کے حجت ہونے سے کیا مراد ہے۔ آیا یہ کہ

(ا) وہ وحی صرف موحی الیہ (جس کی طرف وحی کی جاتی ہے) کے لئے حجت ہوتی ہے یا کہ غیر کے لئے بھی؟

(ب) نیز یہ بھی واضح کر دیا جائے۔ کہ کیا اس وحی کا حجت ہونا صرف اس وقت متصور ہوگا۔ جب کہ وہ وحی باوجود اس کے کہ پہلی شریعت کے خلاف ہے۔ پھر اس پر عمل کیا جاتا ہے یا اس صورت میں بھی حجت سمجھی جاویگی۔ جبکہ وہ پہلی شریعت کی خلاف تو نہیں۔ لیکن اس میں بظاہر ایک نئی بات نظر آتی ہے۔

خضر کی وحی پر سوال

اگر مولوی صاحب کا اپنی عبارت سے یہ مطلب ہو۔ کہ وہ وحی دوسروں کے لئے بھی حجت ہوتی ہے۔ تو پھر اس پر سوال ہے:۔

(ج) کہ آیا خضر کی وہ وحی جس میں ایک غلام کے قتل کرنے کا حکم تھا دوسروں پر یعنی ان کی اُمت پر بھی حجت تھی۔ اور اُن پر اس پر عمل کرنا ایسا ہی ضروری اور لابدی تھا۔ جیسا کہ خضر پر؟

(د) اور اگر وہ وحی صرف خضر کے لئے حجت تھی۔ تو ہمیں یہ بتایا جائے۔ کہ اس صورت میں اس وحی اور رام موسےٰ کی وحی میں کیا فرق ہے۔ اگر خضر کی وحی میں ایک غلام کے قتل کرنے کا حکم ہے۔ تو اس سے بڑھکر ام موسیٰ کی وحی میں ایک معصوم بچہ کو دریا میں پھینکنے کا حکم ہے۔ جو کہ قتل کرنے کا بالکل مترادف ہے۔ کیا ام موسیٰ کو موسیٰ کے دریا میں ڈالنے کے متعلق جو وحی ہوئی تھی۔ ان کے لئے حجت تھی یا نہ؟ اگر نہیں تو کیا ام موسیٰ نے نعوذ باللہ من ذالک یوں ہی مجنونانہ حرکت کی تھی۔ کہ اپنے لخت جگر کو ہلاکت میں ڈالا۔ بے شک انہوں نے جو کیا محض اس غرض سے کیا۔ کہ اپنے پیارے بچہ کو فرعون کے ظالم ہاتھ سے بچائے۔ لیکن کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ بچانے کا طریق تھا۔ کیا بظاہر ام موسیٰ کا کام اس مقولہ کا مصداق نہیں ٹھیرتا۔ کہ "بارش سے بچکر بھاگے مگر پرنالے کے نیچے کھڑے ہو گئے"۔ اب دو باتوں میں سے ایک بات ضرور تسلیم کرنی پڑے گی۔ اول اگر ام موسیٰ کی وحی ان کے لئے حجت نہ تھی۔ تو یقیناً جو کچھ ام موسیٰ نے کام کیا تھا جاہلانہ اور مجنونانہ اور خلاف عقل کام کیا۔ نعوذ باللہ من ھذہ الخرافۃ اور انہوں نے خاص اپنے معصوم بچہ کو ہلاکت کے دریا میں ڈالا۔ بلکہ وہ فرعون سے بھی آگے بڑھ گئی۔ فرعون تو ابھی اس بچہ کی تلاش میں تھا۔ لیکن ام موسیٰ نے پہلے ہی سے سپرد ہلاکت کر دیا۔ دوم اگر ام موسیٰ کی وحی ان کے لئے حجت تھی اور یقیناً تھی۔ تو آپ کو یہ ماننا پڑیگا کہ وہ نبیہ تھیں۔ کیونکہ آپ کی اصطلاح کے مطابق جس کی وحی حجت ہو۔ وہ ضرور نبی ہوتا ہے۔

اُمّ موسےٰ کی وحی خضر کی وحی سے جلی ہے

علاوہ ازیں ایک اور بات قابل غور ہے۔ اور وہ یہ کہ غلام کے قتل کرنے کے متعلق خضر کو جو وحی ہوئی تھی۔ اس کا ذکر قرآن شریف میں نہیں ہے۔ لیکن اُمّ موسیٰ کو بچہ پھینکنے کے متعلق جو وحی ہوئی تھی۔ اس کا ذکر صراحتاً قرآن شریف میں ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس بارہ میں اُمّ موسیٰ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی وحی خضر کی وحی سے قدرے فوقیت رکھتی ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ سورہ قصص ع۱ میں فرماتا ہے۔ و اوحینا الیٰ ام موسیٰ ان ارضعیہ فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رادوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین۔ قرآن کریم نے اوحینا کہنے کے بعد ان الفاظ کو بھی درج کیا ہے۔ جن میں بچہ کے پھینکنے کا حکم ہے۔

اب آپ ہی انصاف سے بتائیں۔ کہ اگر وحی کا حجت ہونا کسی کی نبوت کے لئے قطعی دلیل ہے۔ تو کیا ام موسیٰ کی وحی اور اس کے ان کے لئے حجت ہونے سے اس بات کا قطعی ثبوت نہیں ہے۔ کہ وہ بھی بمطابق آپ کے استدلال کے نبیہ تھیں؟

آپ نے لقمان الحکیم کو بھی نبی بنا دیا اور خضر کو بھی۔ کیا ہی اچھا ہوتا۔ اگر آپ ام موسیٰ کو بھی اس زمرہ پاک میں شامل کرتے۔ تاکم از کم یہ بات صنف نازک کی تسلی کا موجب ہو جاتی۔ کہ ان میں بھی ایک نبیہ کسی زمانہ میں آئی تھیں۔ جس کا پتہ خاتم المفسرین امام المنکرین امیر پیغام نے دیا۔

علاوہ ازیں طرفہ یہ ہے۔ کہ جس غلام کو خضر نے قتل کیا تھا۔ وہ مولوی صاحب کے نزدیک نابالغ اور معصوم بچہ نہ تھا۔ بلکہ ایک جوان۔ بالغ اور شریر۔ فسادی۔ ڈاکو۔ اپنے ماں باپ پر جبر کرنے والا اور ان کے روبرو جھوٹی جھوٹی قسمیں کھانے والا آدمی تھا۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ ایسے شریر کے قتل کرنے کے لئے اگر الہام بھی نہ ہوتا۔ تو کونسی بات تھی۔ کیونکہ جو ڈاکہ مارا کرتا ہے۔ اس میں زیادہ احتمال ہوتا ہے۔ کہ اس نے کسی نہ کسی کو ضرور قتل کیا ہوگا۔ کیونکہ ڈاکہ زنی میں ایسی بات عام طور پر پائی جاتی ہے۔ اب خضر کی وحی کی حجیت بننے میں کونسی خصوصیت رہی۔ ایسے شخص کو معمولی سے بیان سے بھی حاکم قتل کر سکتا ہے۔

مزید وضاحت کیلئے مولوی صاحب کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔ "اگر خضر کو یہ علم ہو گیا تھا۔ کہ یہ شخص قاتل یا ڈاکو ہے۔ یا مفسد ہے۔ اور پھر انہوں نے اسے قتل کیا تو شریعت کے ماتحت یہ فعل ان کا آجاتا ہے۔ لیکن اگر ان کو صرف یہ علم تھا۔ کہ یہ بڑا ہو کر کافر یا مفسد بن جائے گا۔ تو اس بناء پر کوئی شریعت کوئی خدا کا قانون کوئی انسان کا قانون اسے جائز نہیں ٹھہراتا۔ اور تعجب یہ ہے۔ کہ آثار میں ایسی باتوں کے موجود ہوتے ہوئے جو امر اوّل کو ظاہر کرتی ہیں۔ اور خضر کے اس فعل کو برائے شریعت جائز ٹھہراتی ہیں۔ مفسرین عموماً امر دوم کی طرف ہی چلے گئے ہیں۔

آثار میں ہے۔ کہ یہ جوان فساد برپا کرتا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ ڈاکہ مارتا تھا۔ اور پھر اپنے ماں باپ کے سامنے قسم کھا لیا کرتا تھا۔ کہ میں نے ایسا فعل کوئی نہیں کیا۔ تو وہ اس سے قصاص نہ لینے دیتے تھے۔ اور اس کی حمایت کرتے تھے۔ خود قرآن شریف میں اوّل لفظ رَھَق موجود ہے۔ اور رَھَق کے معنے ہیں۔ غشیہ بقھر (راغب) یعنی زبردستی غلبہ سے ڈھانک لینا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ والدین پر بھی وہ کچھ جبر کرتا تھا۔"

بیان القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۱۸۹

ان عبارات سے صاف معلوم ہوا ہے۔ کہ مولوی صاحب کے نزدیک خضر کی وحی بھی حجت نہ تھی۔ کیونکہ خضر کا فعل اس لئے جائز تھا۔ کہ شریعت کے مطابق تھا۔ اگر محض ان کی وحی ہوتی۔ تو وہ خود اس پر عمل نہ کرتے۔ اور اسکو حجت نہ سمجھتے۔ فتدبروا یا اولی الالباب۔ (باقیدارد)

(ابوبکر ایوب ساڑی مولوی فاضل)

خلافت محمود و مصلح موعود

امیر پیغام مولوی محمد علی صاحب ناکام نے ایک رسالہ ضلالت قبالہ "المصلح موعود" کے نام سے لکھکر یہ ثابت کرنے کی بے سود کوشش کی تھی۔ کہ حضرت سیدنا مسیح موعود علیہ السلام نے جو مصلح موعود کی پیشگوئی کی ہے۔ وہ دراصل اپنی صلبی اولاد کے متعلق نہیں بلکہ اپنی مریدوں کے متعلق ہے۔ کہ کسی صدی میں جاکر احمدیہ جماعت میں سے کوئی لڑکا پیدا ہوگا۔ وہ مصلح موعود ہوگا۔ اس قول کا بول کی تردید میں۔ یہ کتاب ایڈیٹر صاحب فاروق کی قلم سے نکلی تھی جو قابل دید ہے۔ جس کا جواب پیغام پارٹی سے نہ ہو سکا نہ ہو سکے اس کتاب کے ساتھ حضرت صاحب کے وہ تمام اشارات ہی بلفظہ نقل

دیانندی مشن

ہر زمانہ میں الہام کی ضرورت ہے

(۱)

چھپا نہیں جا بجا حاضر ہے پیارا
کہاں وہ چشم جو ماریں نظارا

ہمارے دیانندی دوست یہ کہتے ہیں۔ کہ اب الہام کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ الہامی کتاب وہ ہو سکتی ہے جو ابتدائے دنیا میں ہو۔ بفرض محال اگر ہم یہ مان لیں۔ کہ الہامی کتاب کا ابتدائے دنیا سے ہونا ضروری ہے۔ تو ہمارے لئے یہ لابدی امر ہے۔ کہ شروع دنیا کے انسانوں کے حالات کا مکمل حال معلوم کریں۔ تا معلوم ہو سکے۔ کہ ان کی ابتدائی حالت کیا تھی۔

ہمارے دیانندی دوستوں کو پنڈت دیانند بہت پیارا ہے۔ ان کی ہر بات کا وہی سہارا ہے۔ اس لئے ہم دیانندی مترووں کی بہتری کے ارادہ سے پنڈت دیانند جی کو پرمانک مان کر اس وقت ان کے وچاروں کو پرگٹ کرینگے۔ تا آریوں پر اتمام حجت ہو۔ اور ان کے لئے کوئی جائے فرار نہ رہ جائے۔ اشا ہے۔ کہ ہمارے پرکاشیئے اور گرنتھیئے متر گمبھیرتا پوروک ہمارے وچنوں پر دھیان دینگے۔ ہم مکرر اپنے دیانندی دوستوں کی خدمت میں پرزور اپیل کرتے ہیں۔ کہ وہ ضرور ہماری اس گذارش پر دھیان دیں۔ اس میں ان کا بھلا ہے۔ ان کی بہتری کا راز اس میں پوشیدہ ہے۔ ان کی تمام تکالیف کا حل اس میں موجود ہے۔ ان کی اصلی اور ابدی شانتی کا راستہ اس سے یقیناً پراپت ہوگا۔ اور اس دیانندی وچنوں پر عمل کرنے سے تمام سنسار کو پورن روپ سے یہ پرگٹ ہو جائیگا۔ کہ دیانند کے چیلے کہاں تک دیانندی سدھانتوں کو اپناتے ہیں۔ اور اپنے خود ساختہ مہارشی کی کیا قدر کرتے ہیں۔ بھائیو۔ یہ دنیا چند روزہ ہے۔ آخر فنا ہونا ہے۔ یہ دنیاوی مال و دولت آپ کو مبارک ہو۔ مگر اس پر ہی فریفتہ ہو کر اپنی عاقبت خراب نہ کرو۔ اگر دنیاوی دولت ہی سکون قلب اور باعث نجات ہوتی۔ تو تمہارا بدھ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رحمۃ اللہ ہرگز اس کو نہ تیاگ دیتے۔ اگر برادری کی کثرت ہی مکتی کا ذریعہ ہوتی۔ تو شری رام چندر جی مہاراج ہرگز ہرگز اپنے کٹنبیوں کو تیاگ کر بن باسی نہ بن جاتے۔ اگر بادشاہت ہی موکش پد کو پراپت کرا سکتی۔ تو کنس سے پاپی نشٹ نہ ہو جاتے۔ بھائیو۔ یہ مقام غور ہے۔ کہ کیوں ان مہاتماؤں نے اپنی خوشی سے دنیا کے مال و دولت پر لات ماردی۔ اس کا بھی کوئی کارن تھا؟ کبھی اس طرف بھی دھیان دیا ہے۔ اس کا کارن یہ وتیت ہوتا ہے۔ کہ وہ پرم پراتما۔ جگت پتا۔ سچا شیو۔ دیالو پرمیشور میں لین ہونا چاہتے تھے۔ ان پدہر پرشوں کی نگاہ بڑی دوربین تھی۔ وہ خدا کو پانا چاہتے تھے جو خدا کے لئے کھوتا ہے۔ وہ پاتا ہے۔ جو خدا کے لئے آگ میں پڑنا قبول کرتا ہے۔ خدا اس کے لئے آگ کو گلزار بنا دیتا ہے۔ جو پرمیشور کے لئے مرنا سویکار کرتا ہے۔ وہ پرمیشور سے زندگی پاتا ہے۔ اور خدا کے لئے مرنا بجز خدا کا حسن دیکھے بغیر کوئی تیار نہیں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ دنیا کے اندر ہم کو کوئی ایسی مثال نہیں ملتی۔ کہ کوئی عقلمند اور باہوش انسان کسی نادیدہ شے کے لئے مرتا ہو۔ یا بے حس شے کے لئے اپنی جان دیتا ہو۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آج دنیا کے اندر ایسے بہت سے لوگ پائے جاتے ہیں۔ جو اپنے ملک کے لئے جان قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ قوموں کی محبت پر مر رہے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ مگر یہ کس قدر شوک کی بات ہے۔ کہ آج اس پرم پراتما کے لئے کوئی سہدو جان دینے کے لئے تیار نہیں ہے۔ بلکہ پرمیشور کے نام پر پھبتی کہی جاتی ہے۔ اسنک کو پاگل کہا جاتا ہے۔ اس کا واحد ذمہ دار ویدک سدھانت ہیں۔ جو یہ کہتے ہیں۔ کہ اب الہام کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آہ یہ کس قدر حیرانی کا مقام ہے۔ کہ بچے کی اگر صورت نظر آئے۔ تو باپ بیکل ہو جاتا ہے۔ اگر بیٹے کو باپ کی شکل نظر نہ آئے۔ تو وہ دیوانہ ہو جاتا ہے۔ بچہ اگر جنگل پرخطر میں اکیلا ہے۔ اور باپ سے جدا ہے۔ تو کیا اس کے لئے ڈر کا مقام نہیں ہے۔ یقیناً وہ ڈریگا۔ اور چلا چلا کر اپنے باپ کو پکاریگا۔ اگر باپ نظر نہ آئے اور اس کی آواز بھی سنائی نہ دے۔ تو یقیناً ایک نہ ایک دن تباہ ہو جائے گا۔ اور شیر وغیرہ جنگلی جانوروں کی خوراک بن جائے گا۔ دیانندی دوستو۔ پھر یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ ایک انسان جو اپنے جسم کے لئے تو اتنی کوشش کرے مگر اپنی آتما کے لئے کوئی پربندھ نہ کرے۔ کیا یہ انسانی سرشت میں داخل نہیں ہے۔ کہ اگر وہ خدا کو دیکھ نہیں سکتا۔ تو اس کی آواز تو سن لے۔ تا دل کو تسلی ہو۔ اور انسان کو معلوم ہو جائے۔ کہ خدا کی یہ منشا ہے۔ جو اس نے خود ظاہر کر دی ہے۔ اگر کسی انسان کو خدا کی شناخت اس جہان میں بھی نہیں ہوتی۔ تو یقیناً قیامت کے بعد بھی اندھا ہی ہوگا۔ چنانچہ لکھا ہے :-

"اس جنم میں اس ایشور کا گیان یعنی الہام یا درشن حاصل کر لیا۔ تو سمجھو جنم سپھل کر لیا۔ نہیں تو جنم اکارت ہے۔" (یعنی فضول ہے)

تلوکار اپنشد ۲ - ۵

دیکھو یہ کیسا سندر اور من بھاؤنا خیال پرگٹ کیا گیا ہے۔ انسانی فطرت کے تقاضا کو لفظوں میں ظاہر کر دیا ہے۔ مگر افسوس ہے۔ ان آریوں پر کہ پرمیشور پرمیشور کی دوہائی دے رہے ہیں۔ مگر اس کے گیان سے کورے ہیں۔ دنیا کے لئے مر رہے ہیں۔ مگر پرمیشور کے پانے کے لئے کوئی کوشش نہیں کرتے۔ اس پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔ اور خدا کو پانے کا خیال اس وقت پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ جب تک یہ عقیدہ نہ قائم کر لیا جائے۔ کہ خدا ہماری دعاؤں کو سنتا ہے۔ اور اس کا جواب دیتا ہے۔ اور اپنی مرضی کو ظاہر کر دیتا ہے۔ جو اس کے لئے روتا ہے۔ وہ اس کو خوش کرتا ہے۔ جو اس کے لئے اپنے آپ کو کھوتا ہے۔ وہ زندگی پاتا ہے دیکھو مہاراجہ رام چندر نے خدا کے لئے بن باس لیا۔ جب آپ پر بیتا پڑی۔ تو خدا تعالےٰ نے جنگلی بندروں سے ان کی سہائتا کی۔ اور دشمن کو ناش کر دیا۔ اسی طرح اگر اب بھی کوئی خدا کا ہو جائے۔ تو خدا اس کا ہو جاتا ہے اگر تمام دنیا خدا کے بندے کو مٹانے کے لئے اکٹھی ہو جائے۔ تو بھی اس کا ایک بال بھی بیکا ڑنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اس وقت بھی خدا کے مقدس رسولِ جناب حضرت مسیح قادیانی کرشن ثانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عین ضرورت کے وقت خدا سے الہام پاکر دنیا کی ہدایت کا بیڑا اٹھایا۔ تمام دنیا آپ کے مٹانے کے لئے تیار ہو گئی۔ ہر طرح کے حملے کئے۔ عزت پر حملہ کیا۔ جان کو تباہ کرنے کا ہتھیار استعمال کیا۔ جھوٹے مقدمات بنائے۔ قتل کا الزام لگایا۔ پھانسی دلوانے کی کوشش کی۔ مگر وہ خداوند تعالےٰ کا مقدس انسان ہر مقام پر فتحیاب ہوا۔ اور دشمن منہ تکتا ہی رہ گیا۔ دیانندی دوستو۔ ذرا یہ سوچو۔ اگر آپ نعوذ باللہ جھوٹے ہوتے۔ تو یقیناً خدا ان کو تباہ کر دیتا۔ کیونکہ وید مقدس میں یہ لکھا ہے :-

"ایک دوسرا پرش اچھی طرح جانتا ہے۔ کہ جھوٹا اور سچا بچن ایک دوسرے کے مخالف ہوتے ہیں دونوں میں جو ستیہ ہے۔ اوھکسرل ہے۔ اس کی سوم یعنی پرمیشور رکھشا کرتا ہے۔ اور جو جھوٹ ہے اس کا ناش کرتا ہے۔"

(رگوید ۷ - ۱۰۴ - ۱۲)

دیانندی دوستو! دیکھو کس عمدگی کے ساتھ وید بھگوان نے فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ خداوند تعالےٰ ہمیشہ سچے کی حفاظت کرتا ہے۔ اور جھوٹے آدمی کا ناش کر دیتا ہے مذکورہ بالا منتر کو مدنظر رکھکر پنڈت لیکھرام اور حضرت کرشن قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ کے نتیجہ پر غور کرو۔ پھر ستیہ اور استیہ کا خود بخود پتہ لگ جائیگا۔ یہی ہم نے ثابت کرنا تھا۔ جو ثابت کر دیا ہے۔ اگر وید بھگوان سچا ہے۔ تو یقیناً پنڈت لیکھرام جھوٹا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مثل کرشن مرار جنہوں نے کنس سے پاپی کو نشٹ کر کے اپنے بھگتوں کے کشٹ کو دور کیا تھا سچے ہیں۔ اگر مذکورہ بالا منتر بفرضِ محال جھوٹا ہے۔ جو کہ ناممکن ہے۔ کیونکہ وہ خدا تعالےٰ کا قول تھا۔ اور لیکھرام کی خدا کی فعلی شہادت نے اس کی سچائی پر مہر ثبت کر دی ہے۔ بدبخت ہے وہ انسان جو اب بھی مذکورہ بالا منتر کو خدا کا کلام نہیں مانتا۔ تو لیکھرام جھوٹے کا پیرو ہونے کے باعث یہاں جھوٹا تھا۔ اس سے وید بھی گیا۔ اور لیکھرام تو کسی حالت میں بھی سچا ثابت نہیں ہو سکتا۔ یہ اٹل نیم ہے +

اب میں پھر اپنے اصل مقصد کی طرف آتا ہوں۔ اور بتاتا ہوں۔ کہ ابتداء میں انسانوں کی کیسی حالت تھی۔ ارشاد ہوتا ہے :-

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"پرماتما نے پہلے اکاش کیا۔ اس اکاش سے وایو۔ وایو سے اگنی۔ اگنی سے جل۔ جل سے پرتھوی۔ پرتھوی سے اناج۔ اناج سے ویرج اور ویرج سے انسان پیدا کئے۔ آدی سرشٹی میں ایشور نے بہت سے انسان حیوان اور پکھیرو پیدا کئے۔ چنانچہ بجرویدکے اکتیسویں ادھیائے میں اس کا مفصل بیان کیا گیا ہے۔ لیکن ان میں کرم اور گیان کی وجہ سے اب جیسا فرق ہو گیا ہے۔ ویسا موجود نہ تھا۔ ان کو صرف کھانا پینا اور بھوگ کرنا ہی معلوم تھا۔ اور ان وشیوں میں سب جاندار ایک ہی سے اور ایک ہی رس تھے۔ . . . . جیسے چھوٹے بچوں کو اب بھی پیدا ہو کر کچھ عرصہ جینے کے باوجود اسی طرح مر جانے پر کسی طرح کی سزا نہیں ملتی۔ اسی طرح آدی سرشٹی میں سب انسان بچپن کی سی حالت میں تھے۔ ان کے لئے کوئی امر و نہی نہیں تھا۔ نہ ہی اب تک کوئی قانون تھا۔ آنکھوں سے روپ دیکھنا۔ کانوں سے شبد سننا پاؤں سے چلنا وغیرہ۔ بس اس سے زیادہ کام آدی سرشٹی میں نہیں تھا۔"

(رازدیانند اپدیش منجری چھپا ودیاکھیان صفحہ ۶۹)

مذکورہ بالا حوالہ میں پنڈت دیانند نے اس سئلہ کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ کہ شروع دنیا میں انسانوں کی حالت بچوں کی سی تھی۔ اور ان کے لئے کوئی امر و نہی نہیں تھا یعنی وید وغیرہ کا نام و نشان نہ تھا۔ اور اس وقت جو انسانوں کے اندر ترقی ہے۔ یہ کرم اور گیان یعنی علم سے پیدا ہوئی ہے۔ شروع دنیا میں انسان بالکل بچے تھے۔ اس کے بعد جوں جوں خدا کی طرف سے انکو گیان ملتا گیا۔ ترقی کرتے گئے۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

"اس کے علاوہ اس وچار میں ایک بات اور خیال رکھنے کے لائق ہے۔ کہ گیان یعنی علم کا سوبھاؤ ہی ایسا ہے کہ وہ سلسلہ وار یکے بعد دیگرے ہوتا ہے۔"

(اپدیش منجری چھپا ودیاکھیان صفحہ ۵۹)

اسی طرح ایک اور جگہ یہ بیان کرتے ہیں:۔

"جس طرح پرمیشور نے بدھی یعنی عقل سے سمجھنے کے لائق چیزوں میں ترقی کی گنجائش رکھی۔ اسی طرح پر بدھی میں بھی رکھی۔"

(اپدیش منجری پانچواں ودیاکھیان صفحہ ۵۰)

ان تینوں مذکورہ بالا حوالہ جات کو باہم ملانے سے اس بات کا بخوبی علم ہو جاتا ہے۔ کہ خداوند تعالےٰ نے انسان کی سرشت ہی ایسی بنائی ہے۔ کہ وہ آہستہ آہستہ گیان یعنی الہام پاکر ترقی کر کے اپنے کمال تک پہنچے۔ اور جس طرح جسمانی طور پر جوان ہوتا ہے۔ اسی طرح روحانی طور پر جوان ہو۔ کیونکہ خدا کے فعل اور قوانین کا باہم ملنا نہایت ہی لابدی ہے۔ سو وہ روحانی جوانی کا زمانہ یہ ہے۔ جس میں ہم ہیں۔ جس کی آنکھیں ہوں وہ دیکھے۔ جس کے کان ہوں۔ وہ سنے۔ پس ثابت ہوا کہ وید کے بعد الہام کی ضرورت ہے۔ اور قیامت تک الہام کی ضرورت رہے گی۔ تا انسان ٹھوکر کھانے سے بچ جائے۔ یہی اسلام نے ہم کو دیا۔ جس کے باعث ہم نے ویدک دھرم کو تیاگ کر اسلام کو قبول کیا۔ اور حقیقی راحت کے وارث بنے۔ شکر خدا ہے۔

(ہندو سماج کا عموماً اور آریہ سماج کا خصوصاً خیر خواہ
فتح محمد احمدی شرما از کراچی)

ردّ آریہ کی نایاب کتابیں

۱ حدوث روح و مادہ انعامی پانسو روپیہ۔ قیمت صرف ایک روپیہ بارہ آنہ
۲ آریہ سماج اور گاندھی۔ قیمت صرف ۸ ر ؞
۳ شدھی کی اشدھی۔ قیمت صرف ایک روپیہ ؞
۴ ویدوں کے سربستہ راز۔ قیمت صرف ۴ ر ؞
۵ کیفیت وید۔ قیمت صرف ۵ ر ؞
۶ مشین گن۔ قیمت صرف ۴ ر ؞
۷ صاعقہ ذوالجلال۔ قیمت ۳ ر ؞
۸ ویدک دھرم کی عکسی تصویر۔ قیمت ۱۲ ر ؞
۹ ردّ تناسخ۔ قیمت ۳ ر ؞
۱۰ چشمہ ہدایت۔ قیمت ۵ ر ؞
ویدک توحید کا آئینہ۔ قیمت ۲ ر ؞

المشتہر مینجر فاروق بک ایجنسی قادیان ضلع گورداسپور

"ہندو راج کے منصوبے"

اس نام سے جو کتاب منشی فضل حسین صاحب مہاجر نے لکھی ہے۔ اس میں سے چند نمونے ہندو راج کے لئے ہندوؤں کی کوشش کے ناظرین فاروق کے واسطے نقل کئے جاتے ہیں۔ جس سے کتاب مذکور کے مضامین کا نمونہ اور مصنف کتاب کی محنت کا پتہ لگ جائے۔" اور یہ کتاب دفتر فاروق سے بقیمت ۱ر ملتی ہے

(ایڈیٹر)

ہندو راج کے لئے تلک مہاراج اور ان کی برہمن پارٹی کی کوششیں

تلک مہودے وغیرہ نے دو میلوں کی بنا ڈالی۔ اور انہیں ایسی طرز پر قائم کیا۔ کہ نہ صرف موجودہ حکومت بلکہ مسلمانوں کے خلاف بھی ہندو جذبات بھڑک اٹھیں۔ اور سیوا جی کا مشن پورا کرنے کے لئے فضا سازگار بنجائے ممکن ہے ہمارے اس بیان کو کسی بدظنی پر محمول کیا جائے اس لئے ہم چند نہایت وسیع النظر اور مقتدر افراد کی مجلس کی تحقیق انیق کا نتیجہ بلفظہٖ قارئین کے سامنے رکھے دیتے ہیں۔ جس کے پڑھنے سے ہمارے خیال کی حرف بحرف تائید ہو جائیگی۔

جس مقتدر اور اہم مجلس کی تحقیق کا نتیجہ ذیل میں نقل ہوگا۔ اس کا نام رولٹ کمیٹی ہے۔ جو گورنمنٹ نے بایں غرض بنائی تھی۔ کہ وہ

"ہندوستان میں سیاسی انقلاب کی تحریکوں کے متعلق مجرمانہ سازشوں کی اصلیت اور وسعت کے بارے میں تحقیقات کر کے رپورٹ مرتب کریگی"

اور اس کے لئے جو ممبر تجویز کئے گئے ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں:۔

آنریبل مسٹر جسٹس۔ ایس۔ اے۔ ٹی رولٹ (صدر کمیٹی)
آنریبل سر باسل سکاٹ کے۔ ٹی۔ چیف جسٹس بمبئی۔
آنریبل دیوان بہادر سی۔ وی کمار سوامی شاستری جج ہائی کورٹ مدراس ؞
آنریبل مسٹر پرداش چندر متر۔ وکیل ہائیکورٹ کلکتہ ؞
مسٹر جے ڈی۔ وی ہاج۔ آئی سی ایس بنگال (سکرٹری کمیٹی)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس کے فاضل ممبران میں سوائے انگریزوں اور ہندوؤں کے کوئی مسلمان نہ تھا۔ پس ان کی اس بے لاگ اور وسیع معلومات پر مبنی تحقیق یقیناً اس قابل ہے۔ کہ ہم اسے اپنے خیال کی تائید میں پورے وثوق کے ساتھ پیش کریں۔

رولٹ کمیٹی کی تحقیقات

رولٹ کمیٹی کی رپورٹ کا آغاز ہی ان لفظوں میں ہوا ہے کہ:۔

"مغربی ہندوستان میں سیاسی تحریک کے آثار ابتداء میں دو سالانہ میلوں میں ہوئے۔ جن میں ایک تو ہندو دیوتا گنپتی کے اعزاز میں منعقد ہوتا ہے۔ اور دوسرا مرہٹہ سردار سیواجی کے اعزاز میں۔ جس نے اہالیان دکن کو مسلمان حکمرانوں کے خلاف متحد کیا تھا۔ گنپتی کے میلے کی دھوم دھام سے منائے جانیکی رسم تازہ معلوم ہوتی ہے۔ خیال غالب ہے۔ کہ بمبئی میں ۱۸۹۳ء میں جو فساد ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین ہوا تھا۔ اس کے بعد مفسدوں نے ہندو مسلمانوں میں نفاق ڈالنے کا بہترین ذریعہ یہ سوچا۔ کہ گنپتی کا میلہ اعلیٰ پیمانہ پر منعقد کیا جائے۔ اور جس طرح مسلمان لوگ اپنے شہیدان سلف کے تابوتوں کو ایام محرم میں دریا برد کرتے ہیں اسی طرح علم و فتح کے دیوتا گنپتی کی مورتی کو اس کے آخری جائے آرام دریا یا جل میں بہا دیا جائے۔ اس سے مقصود یہ تھا۔ کہ مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو زخمی کیا جائے۔ پہلے ہیں نماز کے وقت مسجدوں کے پاس سے گذرتے ہوئے جلسوں کا گانا بجانا حکماً بند کر دیا جاتا تھا۔"[1]

ؔ اس خیال کو لے کر ستمبر ۱۸۹۴ء میں مفسدوں نے اس معمولی پوجا کو عالمگیر نمائش بنانے کے انتظامات کئے۔ اور پوجا کے لئے میلے کی ایسی جگہ انتخاب کی۔ جہاں عوام بآسانی جمع ہو سکیں۔ نیز ایسا انتظام کیا گیا۔ کہ گنپتی کے حضور میں جو لوگ ہوں۔ وہ گتکا بازی اور دیگر جسمانی ورزشوں کے ماہر ہوں۔ متواتر دس دنوں تک نوجوانوں کے گروہ گلیوں اور بازاروں میں ایسے اشعار گاتے پھرے۔ جن سے مسلمانوں اور گورنمنٹ کی مخالفت مقصود تھی۔ اس موقعہ پر اشتہارات طلبار کی طرف سے تقسیم کئے گئے۔ جن میں عام ہندوؤں کو مقابلے کے لئے اور مرہٹہ لوگوں کو (سیواجی کی تقلید میں) بغاوت کے لئے ترغیب دی گئی تھی۔ اور بتایا گیا تھا۔ کہ غیر ملکی حکومت کا خنجر ہر کس و ناکس کے سینے میں گھونپا ہوا ہے۔ جسے نکالنے کے لئے مذہبی فساد پہلا قدم ہونا چاہیئے[2] قدرتاً اس تہوار سے بد امنی اور فساد کی کئی وارداتیں ہوئیں۔ چنانچہ ایک موقعہ پر ساٹھ ستر آدمیوں کے جلوس نے ایک مسجد کے نزدیک سے گذر کر مسلمانوں کے مذہبی مراسم میں دخل اندازی کی۔ اور پولیس کے مزاحم ہوئے۔"

"ادھر پونا میں یہ واردا تیں ہو رہی تھیں۔ ادھر لوگوں کو سیواجی کی سمادھ کی طرف متوجہ کیا جا رہا تھا جو لاپرواہی کی وجہ سے ویران ہو رہی تھی۔ پس پونا میں انتظام کیا گیا۔ کہ اس کی یادگار قائم رکھنے کے لئے اس کے جنم دن اور تاجپوشی کی سالگرہ میں میلے منعقد کئے جائیں۔ پس پہلا تہوار تاجپوشی ۱۸۹۵ء میں ہوا۔ جس کے بعد یہ ہر سال ہوتا رہا۔ اور اس موقعہ پر پُر جوش تقریروں کے دوران میں علانیہ سیواجی کی قوت و اقتدار کا تذکرہ کیا جاتا۔ جس نے مسلمانوں کی غیر ملکی حکومت کے خلاف کامیاب کوشش کی تھی۔ اس طرح موجودہ ہندوستان کو دولت برطانیہ کے خلاف کھڑا ہونا چاہیئے۔ بالکل آسان اور قدرتی تھا۔ انہی ایام میں پونا کے چیت پاون برہمن دامودر اور بالکرشن چپے کار نے جسمانی اور فوجی تربیت کے لئے ایک سوسائیٹی کی بنیاد رکھی۔ جس کا نام انہوں نے "ہندو دھرم کی رکاوٹوں کو رفع کرنے والی سبھا" رکھا۔ ان کے جذبہ کا اندازہ ذیل کے شلوکوں سے لگ سکیگا۔ جو مندرجہ بالا میلوں کے موقعہ پر چھپے ہوئے پڑھا کرتے تھے۔

شلوک۔ جو سیواجی کے میلے پر پڑھا جاتا تھا

"محض سیواجی کی کہانی سنا دینے سے ہی آزادی نہیں حاصل ہو جاتی۔ بلکہ ضروری ہے۔ کہ لوگ سیواجی اور باجی راؤ کی مانند الوالعزمانہ جانبازی دکھانے پر آمادہ ہو جائیں۔ بہر حال اے لوگو۔ اب تم کو ڈھال تلوار سے مسلح ہو جانا چاہیئے۔ کہ ہم نے دشمن کو برباد کرنے کا تصفیہ کر لیا ہے۔ ہم قومی جنگ کے میدان میں اپنی زندگیوں کو جوکھوں میں ڈال دینگے اور دشمنوں کے خون سے زمین کو سرخ کر دینگے جو ہمارے مذہب کو ناپاک کر رہے ہیں۔ ہم دشمنوں کو مار کر مریں گے۔ اور تم عورتوں کی طرح بیٹھے کہانیاں سنتے رہو گے۔"

گنپتی کے میلے کا شلوک

"افسوس کہ تم کو اپنی حلقہ بگوشی اور محکومیت پر ذرا افسوس نہیں آتا۔ اس لئے بہتر ہے۔ کہ خودکشی کر لو بد طینت لوگ قصائیوں کی مانند جلادوں کی سی بے رحمی سے گائیوں اور بچھڑوں کو ذبح کرتے ہیں۔ اٹھو اور گائے ماتا کی مدد کرو۔[1] اس کی تکلیف کو دفع کرو۔ مر جاؤ۔ مگر مرنے سے پہلے انگریزوں کو ٹھکانے لگا دو۔ سست بیٹھ کر زمین پر بار گراں کیوں

---

[1] اس سے معلوم ہوا۔ کہ باجوہ کا سوال تلک صاحب ہی کا سوال پیدا کیا ہوا ہے۔ جس کی بدولت گذشتہ چند سال میں بیسیوں ہندوستانی قتل ہو چکے۔ سینکڑوں بچے اور عورتیں بے طمانان برباد ہو گئیں۔ اور سینکڑوں ہی جیلخانوں میں ٹھونسے گئے ہیں۔ پس ان حالات کو دیکھتے ہوئے تلک صاحب کی ذہنیت کا پتہ لگانے میں کوئی دشواری نہیں رہتی۔ (احمدی مہاجر)

[2] جو ہندو سنگھٹنی کہتے ہیں۔ کہ فسادی مسلمان ہیں۔ وہ اس فقرہ کو غور سے پڑھیں۔ فساد کرنے والی خواہش کن کے دل میں سب سے پہلے پیدا ہوئی۔ اور وہ بھی اپنی اشٹ سدھی کے لئے۔ کیا اب بھی مسلمانوں پر فساد برپا کرنے کا الزام کوئی لگا سکتا ہے۔ (احمدی مہاجر)

[1] جس قوم کی ذہنیت یہ ہو۔ اس سے مسلمانوں کی کسی بھلائی کی توقع ہو سکتی ہے۔ (احمدی مہاجر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بنے ہوئے ہو۔ یہ ہندوستان ہے۔ پھر اس پر انگریزوں کا تسلط کیوں ہے"

"اس کے بعد ۱۵ جون ۱۸۹۷ء کی اشاعت کیسری میں (جس کے ایڈیٹر تلک صاحب تھے ناقل) سیواجی کی تاجپوشی کے میلے منعقدہ ۱۲ جون کی روئداد شائع ہوئی۔ جس کے دوران میں "اقوال سیواجی" کے عنوان سے شاعرانہ انداز کے چند فقرات درج تھے رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسی موقعہ پر ایک لیکچرار نے جوش انگیز پیرائے میں کہا۔ کہ:۔

"ہر ایک ہندو اور مرہٹے[1] کا خواہ اس کا تعلق کسی بھی فریق سے کیوں نہ ہو فرض اولین ہے۔ کہ سیواجی کے میلے کی تقریب میں خوشی منائے۔ ہم اپنی گم شدہ آزادی کے لئے مصروف پیکار ہیں۔ اور اس بار گران کو پرے پھینکنے کے لئے مشترکہ سعی ناگزیر ہے۔ کسی شخص کو نہیں چاہیئے۔ کہ اس صادق القلب شخص کے راستے میں رکاوٹ ڈالے۔ جو اس سنگ راہ کو ہٹانے میں کوئی بھی طریقہ جسے وہ مناسب سمجھے اختیار کرے۔ باہمی مخالفت سے ہماری ترقی بہت کچھ رُک سکتی ہے۔ اگر دیکھو کہ کوئی تمہارے ملک پر ظلم کر رہا ہے۔ تو اس کو ہلاک کر دو۔ نہ کہ دوسروں کے کام میں رکاوٹ بنو۔ موجودہ تہوار کی مانند جو مواقع افراد منتشر کو یکجا کر سکتے ہیں مبارک ہیں"

ایک اور لیکچرار نے کہا:۔

"انقلاب فرانس میں حصہ لینے والوں نے اپنے الزامات کی جوابدہی کرتے وقت کہا تھا۔ کہ ہم قتل کے الزام سے بری ہیں۔ کیونکہ ہم نے تو صرف اپنی راہ سے کانٹے ہٹائے ہیں۔ کیوں نہ یہی جواب مرہٹوں کیلئے

[1] اس فقرہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ تلک اور انکے دوسرے برہمن حواریوں کی یہ تحریک خالص ہندو نہ تحریک تھی۔ اور وہ ہندوؤں کو "سوراج" نہیں بلکہ ہندو راج کیلئے تیار کرنا چاہتا تھے۔ ورنہ مسلمانوں کو بھی مخاطب کیا ہوتا۔ خواہ وہ اس میں نہ بھی شریک ہوتے۔

(احمدی مہاجر)

دشمنوں کو مکان میں بند کر کے جلا دو

"سوال یہ ہے۔ کہ کیا سیواجی نے افضل خاں کو قتل کر دینے میں کوئی پاپ کیا تھا۔ اس کا جواب مہابھارت کے اوراق میں ہی مل جاتا ہے۔ بھگوان کرشن کا صاف ایدیش ہے۔ کہ نشکام کرم کرتے ہوئے بیشک اپنے گورو اور رشتہ دار تک کو ہلاک کر دو۔ تم پر کوئی الزام عائد نہیں ہو سکے گا۔ افضل خاں کے قتل میں سیواجی کی ذاتی اغراض پوشیدہ نہ تھیں۔ اس نے جو کچھ کیا۔ رفاہ عام کی خاطر کیا تھا۔ اس لئے اس کے قتل کو گناہ نہیں کہا جا سکتا۔ اگر ہمارے مکان میں چور داخل ہو جائیں۔ اور ہم دیکھیں۔ کہ ان کو باہر نکالنے کے لئے ہم میں کافی قوت نہیں ہے۔ تو چاہیئے۔ کہ ان کو اندر بند کر کے مکان کو آگ لگا دیں۔ اور ان کو زندہ جلا دیں[1]۔ پرماتما نے خبر ملکی لوگوں کو تانبے کے ٹکڑے پر لکھ نہیں دیا۔ کہ جاؤ ہندوستان کی حکومت تمہاری ہے"۔ الخ

(رپورٹ رولٹ کمیٹی پہلا باب صفحہ ۱۱ تا ۱۵)

ہندو راجیوں کی تحریک کا یہ آغاز تھا۔ اسکے بعد اس تحریک کے بانیوں نے ہندوؤں میں اور بھی اتنا جوش پیدا کیا۔ کہ قتل وخون تک نوبت آپہنچی۔ سرکاری افسروں پر قاتلانہ حملے ہوئے۔ خفیہ کمیٹیوں کا آغاز ہوا۔ سازشیں ہوئیں۔ منصوبے گھڑے۔ بم بنائے گئے۔ جو حکام پر چلائے گئے۔ اور ساتھ ہی مسلمانوں کو بھی خوف زدہ کیا گیا۔ اور عجیب بات یہ ہے۔ کہ اس تمام تحریک میں انہیں برہمنوں کا ہاتھ ثابت ہوا۔ جو باجی راؤ وغیرہ پیشواؤں کی ذات یا نسل سے تھے۔ جیسا کہ رولٹ کمیٹی کے فاضل ممبران کی تحقیق سے بھی ثابت ہے۔

[1] مسلمانو! ان فقروں کو پڑھو۔ اور غور سے پڑھو۔ ہندو سوراج کے مخالفوں کے لئے کیسے کیسے اصول واضح کئے جا رہے ہیں۔ اور بہار۔ کٹار پور وغیرہ میں گائے کی قربانی سے چڑ کر "ہندو راجی" واقعی مسلمانوں کو مکانوں میں بند کر کے جلا بھی چکے ہیں۔ (احمدی مہاجر)

مرہٹہ پیشواؤں کی نسل اور ذات کے برہمن ہی غنہ بغاوت

"سیواجی کے بعد اس کے پوتے نے ایک ہندو ریاست ستارہ (احاطہ بمبئی) میں قائم کی۔ جس کے بڑے وزراء بھی برہمن ہی تھے۔ تھوڑا ہی گذرنے پر برہمن وزیر اور اس کی اولاد پیشوا کے لقب سے دکن کے حاکم بن گئے۔ ان کا دربار پونا میں ہوا کرتا تھا۔ حکومت ظاہرا اور حقیقت میں برہمنی حکومت بن گئی۔ ایک پیشوا کے زمانہ کمسنی میں اس کا وزیر نانا فرنویس دکن کا حقیقی حاکم رہا ہے۔ اور وہ اس کا آقا پیشوا برہمنوں کی ایک خاص ذات چٹپاوں سے تعلق رکھتے تھے جن کا اصلی وطن گوا اور بمبئی کے درمیان ساحلی علاقہ جسے کونکن کہتے ہیں تھا۔ اس وجہ سے وہ کونکنستھ کے نام سے بھی مشہور ہو گئے۔ اس طرح وہ دکن کے دوسرے برہمنوں کی مشہور ذات دیشستھ سے تمیز کئے جانے لگے۔ نانا فرنویس نے اپنے عہد حکومت میں موقع پا کر دیشستھ ذات کے برہمنوں کو نظامت کے عہدوں سے برطرف کر کے چٹپاوں ذات کے برہمنوں کو ان کی جگہ داخل کر دیا اس طرح چٹپاوں ذات کے برہمنوں کی حکومت قائم ہو گئی۔ یہی حکومت تھی جسے برطانوی حکومت نے انیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں تسخیر کیا تھا۔ برطانوی عہد میں برہمن حکومت کے ماتحت عہدوں پر مامور کئے گئے۔ مگر اب ان کا اثر زایل ہو چکا تھا لیکن ایک خاص قسم کا اضطرار اور حکومت حاصل کرنے کی تمنا قدرتی طور پر ان کے دلوں میں باقی تھی۔ ہم ضلع پونا کے ان برہمنوں کے درمیان پہلے پہل انقلاب پسندی کی تحریک کی علامتیں پاتے ہیں"

(رپورٹ رولٹ کمیٹی صفحہ ۷۰)

پس ان چٹپاوں ذات کے برہمنوں میں جو مرہٹہ پیشواؤں کی اولاد تھے "حکومت حاصل کرنیکی تمنا" ہی ملک میں "پہلے پہل انقلاب" پیدا کرنے کا موجب بنی۔

اور اسی تمنا کو پورا کرنے کیلئے "تلک مہودے" کی زیر قیادت گنپتی دیوتا کے جلوس نکالے گئے۔ میلوں کا اہتمام کیا گیا۔ انگریزوں اور مسلمانوں کے خلاف اشتعال انگیز تقریریں کی گئیں۔ نفاق انگیز لٹریچر بانٹا گیا۔ اور آخر کار بم اور پستولوں سے بھی کام لینے میں باک نہ سمجھا۔

(ضیاء الاسلام پریس قادیان میں میر قاسم علی ایڈیٹر و پبلشر نے چھپوا کر دارالفاروق منزل قادیان سے شائع کیا)